Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 34, Sr.No.93, 2013 pp 05 - 44

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۴، اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۱۳ء، شمارہ ۹۳

آیات متشابہات کی حکمت: علوم عصریہ کے تناظر میں

محمد احسن قریشی ☆

Abstract:

In Surah 3 namely 'The Family of Imran' of the Holy Quran, Allah Almighty has mentioned two contrastive terms Muhkamat (Clear in Meaning) and Mutashabihat (Not very clear in meaning) in verse 7. These have been widely debated by medieval Arab scholars and prominent theologians. The literature of exegesis is full of great variety of meanings and explanations. However the word Mutashabihat was not perceived well until the recent time and the present age of science. The present scientific knowledge revealed an other aspect of the meanings. The writer has tried to discuss a few of these aspects with reference to the contemporary sciences. First the basic philosophy of mentioning of Mutashabihat is taken into account. Islam is an eternal and chosen religion (Deen) of Allah and it has to survive up to the last day of human life so its teachings must be everlasting. Allah Almighty included Mutashabihat so as to make the teachings of Holy Quran worthy of all times to come. So in the topic under study, it is tried to elaborate certain hidden meanings of Mutashabihat in the light of latest scientific knowledge that proves the truthfulness of the last Revelation of Allah Almighty.

مطالعۂ قرآن مجید کے دوران جب سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 پر نظریں ٹھہریں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محکم آیات کے ساتھ ساتھ متشابہات بھی نازل فرمائی ہیں۔ چنانچہ ذہن میں سوال

☆ ریسرچ سکالر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ابھرا کہ وہ آیات جن کے معنی اور مفہوم تک رسائی نہ ہو سکے ان کے نزول میں کیا خاص حکمت پوشیدہ ہو سکتی ہے؟ اسی سوچ و فکر کو ساتھ لے کر آگے بڑھنے کی کوشش کی تو بہت سارے رموز و اسرار سامنے آ گئے۔ چنانچہ زیرِ نظر مقالہ میں ان ہی امور کو زیرِ بحث لانے کی سعی کی گئی ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 یہ ہے:

هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ...

ترجمہ: وہی ہے (اللہ تعالیٰ) جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض

متشابہ آیتیں ہیں۔۔۔

محکم آیات تو وہ ہیں جن کے معنی اور مفہوم سمجھنے میں کوئی چیز سدِ راہ نہیں لیکن اس کے برعکس متشابہات غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ خود قرآن مجید بھی تو تدبر و تفکر کی دعوت دیتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (1)

ترجمہ: اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتاری ان کے واسطے تا کہ وہ غور کریں۔

متشابہات دراصل وہ آیات ہیں جن کے معنی و مفہوم مکمل طور واضح نہ ہو اور اس کے دو یا دو سے زیادہ معنی لئے جا سکتے ہوں۔ شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں متشابہ آیات سے مراد ہے:

''متشابہ آیات سے وہ آیات مراد ہیں جن سے بیک وقت دو یا اس سے زائد معنی مراد لئے جا سکتے ہوں اور بظاہر کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس سے ان میں سے کسی ایک معنی کے حق میں فیصلہ کیا جا سکتا ہو۔''(2)

زیرِ نظر سطور میں پہلے آیات متشابہات کی حکمت پر گفتگو مقصود ہے۔ 'الاتقان فی علوم

القرآن' میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے متشابہات کی حکمت پر تفصیلی بحث کی ہے۔مختصراً ان حکمتوں کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ذریعہ غور وفکر:

متشابہ آیات میں کئی وجوہ کا احتمال نکلنے کے باعث غور وفکر کی حاجت ہوتی ہے۔جس سے قرآن شریف کی مخفی باتوں کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس کی باریکیوں کو معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ باعثِ ثواب:

دقائق قرآن کی معرفت کی توجہ کا ہونا بہت بڑے قرب وثواب کا باعث ہے۔جتنی مشقت زیادہ ہوگی ثواب اتنا ہی زیادہ ملے گا۔

۳۔ فہم اور مراتب کے فرق کا علم:

متشابہ آیات سے انسانوں کے فہم اور ان کے مراتب کا فرق عیاں ہوتا ہے وگرنہ اگر تمام قرآن شریف محکم ہی ہوتا جس میں تاویل اور غور کی حاجت نہ پڑتی تو اس کے سمجھنے میں تمام خلق کا درجہ یکساں اور مساوی ہوتا اور عالم کی بزرگی، غیر عالم پر ظاہر نہ ہوسکتی۔

۴۔ اعترافِ علم الٰہی:

متشابہ کا اصل علم حاصل کرنا چونکہ ممکن ہی نہیں اس لئے انسان اپنے تصور اور فہم کی بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہوئے علم الٰہی کا اعتراف کرے۔

۵۔ مختلف مکتبہ فکر کا سامنے آنا:

قرآن محکم اور متشابہ دونوں قسم کی آیتوں پر مشتمل ہے تو اب ہر صاحب علم کو غور وفکر کے ساتھ متشابہ کے معنی اور مطالب سمجھنے کی سعی کرنے کا موقع ملتا ہے اور فہم قرآن کی جدوجہد کرے گا اس کی اس جدوجہد میں محکم آیتیں متشابہ آیتوں کی تفسیر بن کر اس کو نئے نئے مطالب سے واقف کریں گی اور وہ حق کی تلاش میں بطلان کے پھندے سے نکل کر منزل حق تک پہنچنے کے لئے نیا فکر پیش کرے گا جس میں حق کی وضاحت کے مختلف راستے سامنے آئیں گے۔

۶۔ علوم کا ذریعہ:

قرآن میں متشابہ آیتوں کے وجود ہی سے اس کی تاویل کے طریقوں کا علم اور کسی ایک آیت کے کسی دوسری آیت پر ترجیح دینے کا اصول معلوم کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ اور اس بات کو معلوم کرنا، زبان دانی، نحو، معانی، بیان اور اصول فقہ وغیرہ بہت سے علوم کے حاصل کرنے پر موقوف ہے۔ لہٰذا اگر قرآن شریف میں متشابہ آیتیں نہ ہوتیں تو ان بہت سے علموں کے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

۷۔ دعوت حق:

قرآن شریف عام و خاص ہر طبقے کے لوگوں کو دعوت حق دیتا ہے۔ چنانچہ بندوں کو ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے جو ان کے اوہام اور خیالات کے مناسب حال امور پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کے ساتھ پہلی مرتبہ بندوں کو مخاطب کیا جائے وہ من جملہ متشابہ کے ہوگا اور جو آخر میں ان پر خطاب کو، بالکل واضح کر دے وہ محکمات میں شمار ہوگا۔ (3)

متشابہ آیات کے نزول کی مزید حکمتیں بھی اصحاب علم نے ذکر کی ہیں۔

۱۔ فصاحت اور بلاغت کا چیلنج:

اہل عرب جو اپنی زبان کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور جنہیں فصاحت و بلاغت کا دعویٰ تھا وہ اس طرح کے تشابہات پر واقف ہونے سے عاجز تھے حالانکہ قرآن شریف عربوں کی زبان میں نازل ہوا تھا پس انہیں یقین آ گیا کہ یہ تاثیر کلام الٰہی کے سوا کسی اور کلام کی نہیں ہو سکتی جو ان کو اس سمجھ سے عاجز کر دے۔ (4)

۲۔ آزمائش:

متشابہات میں اصحاب علم کی آزمائش ہے جس کے دل میں کجی ہو وہ متشابہات کے مفہوم کو معلوم کرنیکے لئے من مانی تاویلات کی راہ اپناتا ہے اور گمراہی میں پھنس جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْراً وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْراً (5)

ترجمہ: گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو۔ عاشق الٰہی مہاجر مدنی اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہیں کہ متشابہات اہل علم کے ابتلا کے لئے ہیں جس کا تفتیش اور تلاش کا مزاج ہوتا ہے ان کا ابتلا اس میں ہے کہ بس رک جاؤ آگے نہ بڑھو اور جن لوگوں کو علم کا ذوق نہیں ان کا ابتلا اس میں ہے کہ ان کو ترغیب دے کر علم پر لگایا جائے اور آیات محکمات کے سمجھنے اور پڑھنے پڑھانے پر آمادہ کیا جائے۔(6)

اسی نکتہ کی وضاحت میں جلال الدین سیوطی نے کہا کہ متشابہات کے ساتھ بندوں کی آزمائش کی گئی ہے تا کہ وہ ان کی حدود کا لحاظ رکھیں اور ان پر توقف کریں۔(7)

۳۔ منزل من اللہ کا ثبوت:

'متشابہات کے ذریعے خدائی کتاب اور انسانی کتاب میں فرق ہوتا ہے کہ انسانی کتاب وہ ہے جسے ہر کوئی اوّل سے آخر تک سمجھ لے اور خدائی کتاب وہ جہاں ہر ایک اپنے عجز کا اقرار کرے۔'(8)

متشابہات کا تعلق چونکہ ایسے حقائق سے ہوتا ہے جو انسانی عقل کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں اور انسان کی ہدایت سے بھی ان کا تعلق نہیں ہوتا۔ لہٰذا عقل صحیح اور قلب سلیم رکھنے والے لوگ ان کے درپے نہیں ہوتے۔ اور انہیں یقین کامل ہوتا ہے کہ ایسا کلام صرف اللہ ہی کا نازل کردہ ہوسکتا ہے۔(9)

حافظ عماد الدین نے اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: 'پختہ علم والے جانتے ہیں کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں'۔ (10)

۴۔ بندگی کا اقرار

متشابہات کے ذریعہ بندہ اپنی بندگی کا اقرار کرتا ہے کہ عالم ہر جگہ اپنی عقل کا گھوڑا دوڑاتا ہے مگر یہاں پہنچ کر کہنا پڑتا ہے کہ رب جانے ان کا مطلب اور اپنے قصور کا اقرار علامت بندگی ہے۔ (11)

۵۔ علوم عقلیہ کا ارتقاء:

متشابہات کے مفہوم میں دلائل عقلیہ سے بحث کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کی وضاحت اور تشریح کی جاتی ہے اس طرح مختلف علوم عقلیہ میں ارتقاء ہوا اور علمائے متکلمین نے اس میں بہت کام کیا اور علوم عقلیہ کی روشنی میں ایک نئے علم یعنی علم الکلام کا اضافہ ہوا جس نے مسلمانوں کے علمی طبقات میں ایک نیا ولولہ پیدا کیا۔

۶۔ قرآن کی ابدی حیثیت:

زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ جوں جوں علم جدید پروان چڑھ رہا ہے نت نئے انکشافات جنم لے رہے ہیں۔ اور ہر نئے انکشاف کا رخ قرآن حکیم کی جانب ہوتا ہے اور ہم مسلمانوں کے لئے یہ امر باعث صد افتخار ہے کہ ہر معاملہ کی جانچ جب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب سے کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ بہت پہلے جو بات اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے وحی الٰہی کے ذریعے کو بتائی تھی وہ آج ہو بہو سچ ثابت ہو رہی ہے۔

قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور اسے تا قیامت اپنی اصلی حالت میں رہنا ہے اور ہر عہد اور ہر زمانے کے سوال کا جواب پیش کرنا ہے اس لئے اس کی دائمی اور ابدی حیثیت اس بات کی متقاضی تھی کہ کچھ باتیں ایسی حالت میں رکھ دی جائیں جو زمانے کے ساتھ ساتھ ظہور پذیر ہوتی چلی جائیں چنانچہ اب تک بے شمار ایسے اسرار سے پردہ اٹھ چکا ہے اور بہت سے اسرار و رموز باقی ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آئیں گے اور ایک ایسا وقت بھی آئے گا

''جب قرآن عظیم کی تمام متشابہات، محکمات میں بدل جائیں گی۔''(12)

اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر نائیک لکھتے ہیں:

''قرآن حکیم، جو عقیدۂ اسلامی کا مرکزی سرچشمہ ہے، اپنے پیروکاروں یعنی مسلمانوں کے

مطابق بنیادی اور کلی طور پر الہیاتی ہے۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان بھی ہے کہ قرآن مجید میں تمام نوع انسانی کے لئے ہدایت موجود ہے۔ چونکہ پیامِ قرآن حکیم ہر وقت اور ہر زمانے کے لئے نازل ہوا پس اسے لازماً ہر وقت اور ہر زمانے کے پہلو بہ پہلو ہونا چاہیے"(13)

۷۔ غور وفکر کی دعوت:

متشابہات سے لوگوں کو غور وفکر اور تدبر کی دعوت دی گئی ۔اگر ہر آیت کا ایک ہی واضح مطلب ہوتا تو اس میں سے عالمگیریت اور تدبر کا عنصر ختم ہو جاتا۔قرآن کریم کی تعلیمات پر غور وفکر کی دعوت اللہ رب العزت نے کئی مقامات پر دی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (14)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیتیں تم پر ظاہر فرما رہا ہے تا کہ تم سمجھو۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط(15)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟

ارشاد ربانی ہے:

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ (16)

ترجمہ: بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (17)

ترجمہ: یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

مذکورہ بالا آیات اور اسی طرح دیگر متعدد آیات میں قرآن کریم نے انسان کو غور وفکر کی

دعوت دی تا کہ وہ قرآن کی متشابہ آیات میں صحیح غوروفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور کارخانہ قدرت کے سربستہ رازوں کو سمجھیں۔

۸۔ علم کی حد بندی:

تفسیر قرآن کے علم میں رسوخ رکھنے والوں کے علم کی بعض متشابہات آخری حد ہیں اور انہیں اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اعتراف کر کے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس کے اصل مفہوم کو نہ جانتے ہوئے یہ اقرار کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ان آیات متشابہات سے مراد ہے وہ برحق ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ (18)

۱۴۔ بحث کی گنجائش:

''متشابہات میں بات کرنے یا بحث کرنے کی گنجائش باقی ہے لیکن جو بات یا بحث ہوگی وہ افہام وتفہیم کے لئے ہوگی جھگڑے اور مناظرے کے لئے نہیں۔ جب کسی جگہ ایسی صورت پیش آئے گی تو خاموش ہونا ضروری ہے۔ شک وتردد میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔''(19)

متشابہ آیات میں غور وفکر نہ کرنا حکم الٰہی کے خلاف ہے۔ قرآن مجید قیامت تک کے لئے ہے اسی طرح قرآن مجید پر تدبر کرنے کو قیامت تک کے لئے جاری رکھا جائے۔ تفکر اور تدبر نہ کرنا قرآن کریم کی لامحدود وسعتوں کو محدود کرنے کے مترادف ہوگا۔

قرآن مجید نے کئی مقامات پر اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ علم سے انسان صحیح نتیجے تک صرف اسی صورت میں رسائی حاصل کرسکتا ہے جب وہ اپنے علم سے وحی کی روشنی میں کام لے۔ ایسا ہی علم یقیناً انسانیت کی فلاح و بہبود میں استعمال ہوگا۔ سائنس حقائق کائنات کو وضع یا ایجاد نہیں کرتی وہ صرف دریافت وانکشاف کرتی ہے۔

قرآن مجید میں بتایا گیا کہ نظام فلکی میں سورج اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے اور چاند کے مختلف منازل جن کی وجہ سے وہ دیکھنے میں مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے اور سورج و چاند ایک

منظم نظام میں اپنے اپنے مدار میں محو گردش ہے اور دن اور رات کا زمین پر نمودار ہونا اس نظام فلکی کے عمل کا نتیجہ ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ (20)

ترجمہ: اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستے پر اور

وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِيۡمِ (21)

ترجمہ: اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر آ رہا جیسے ٹہنی پرانی اور

لَا الشَّمۡسُ يَنۡۢبَغِىۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ (22)

ترجمہ: نہ سورج سے ہو کہ پکڑے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک چکر میں تیرتے ہیں۔

لیکن سائنس نے یہ انکشافات اپنی سمجھ سے اب کیے ہیں۔ اس سے پہلے سائنس سورج کے عظیم الشان کرّے کو فضا میں ساکن تصور کر رہا تھا۔ نظام شمسی سے متعلق آیات پہلے زمانے کے لحاظ سے متشابہات میں سے تھیں لیکن سائنسی ترقی سے ان متشابہات کی تفصیل سامنے آ رہی ہے لیکن پھر بھی کسی سائنسی انکشاف کو حتمی نہیں کہا جا سکتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی تفصیل بدلتی رہے گی اور جوں جوں کائنات اور فطرت کا مشاہدہ وسیع ہوتا جائے گا، جوں جوں کوئی صاحب علم قوم اس کے حقائق عالیہ پر غور کرے گی تو ان متشابہات کا مفہوم بیّن اور مشرح ہوتا جائے گا۔ لیکن پھر بھی ارتقائے علم کے مختلف منازل میں بعض آیات متشابہ المعانی رہیں گی، ان سے بادی النظر میں مختلف مطالب نکل سکیں گے اور جب تک انسان کا علم ایک خاص سطح بلند تک نہ پہنچے گا ان کے صحیح مطالب اور صاحب

القرآن کے ان کے متعلق صحیح عندیے کی تصدیق نہ ہوسکے گی۔ (23)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان علمائے متقدمین اور متاخرین نے قرآن کریم کے مفہوم کی وضاحت میں بہت کوشش کی لیکن پھر بھی ان کے کام کو قرآن کی تشریح میں حرف آخر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ قرآن کریم کتاب اعجاز ہے اور اس کتاب کے متشابہات میں اعجاز کے پیرائے میں علم کے بے شمار خزانے چھپے ہوئے ہیں اور علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ جدید سائنسز ہمارے بیشتر چھپے ہوئے خزانوں کو ظاہر کرتی رہیں گی۔ لیکن متشابہات سے متعلق یہ علم حتمی نہیں ہوگا بلکہ احتمالی ہوگا اور سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اس کے اصل مفہوم کی طرف بڑھا جاسکتا ہے۔ اس ارتقائی مرحلے میں یہ بات بھی سامنے آئے گی کہ جو معنی اور مفہوم پہلے قرار دیا گیا وہ اب غلط اور خلاف واقع ہے اور یہ ہمارے علم کا قصور ہے نہ کہ الفاظ قرآن کا۔ قرآن مجید ہر ایک نقصان سے بری تھا۔ (24)

متشابہات کے مفہوم کی تلاش میں یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور اس کوشش میں ایک زمانے کی متشابہ آیات کو دوسرے زمانے میں محکمات میں بدلا جاسکے گا اور متشابہات کا وجود قرآن کریم میں انسان کے لئے تحقیق و تلاش کی ایک پیہم راہ متعین کرتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں طبیعیات، فلکیات اور دیگر فطری علوم سے متعلق آیات نازل فرمائیں لیکن ان کی تفصیلات کو چھوڑ دیا تا کہ بعد کے زمانے کے اہل علم انہیں اپنے علم کے پیمانے سے دریافت کریں اور یوں انسانی علم، قدرت کے سربستہ رازوں کی تلاش میں قیامت تک لگا رہے۔ آیات متشابہات ہی نے انسانوں کے لئے سائنسی علوم کا دروازہ کھولا ورنہ صرف محکمات میں انسان کا علم محدود ہو کر جامد ہو جاتا اور متشابہات کے نزول میں یہی سب سے بڑی حکمت ہے۔

صدیوں کی متشابہ آیات جو جدید سائنسی علم کے بعد محکمات میں تبدیل ہوسکی ہیں بے شمار ہیں لیکن مشتے از خروارے کے طور پر چند ایک کا تذکرہ باعث دلچسپی ہوگا۔

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایک کرشمہ ہے اور اشرف المخلوقات ہے اور اانسان کی تخلیق قرآن کریم کا مرکزی موضوع ہے۔اس لئے تخلیق انسان کے بارے میں بہت ساری آیات نازل ہوئی ہیں یہاں تک کہ پہلی ہی وحی میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق بہترین انداز وساخت پر کی۔ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (25)

ترجمہ: ہم نے بنایا آدمی خوب اندازے پر

اورقرآن کریم میں تخلیق انسانی پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی گئی، درج ذیل میں تخلیق انسانی کے انہی زاویوں سے متعلق آیات متشابہات کا جائزہ سائنسی تحقیق کی روشنی میں لیا جائے گا۔ اگر چہ ان آیات متشابہات کی تفسیر مفسرین نے اپنی سمجھ کے مطابق کی اوران میں تشابہ کی وضاحت کی، چونکہ ان آیات کا تعلق سائنسی علوم سے ہے، اس لئے اس جدید دور میں ان آیات متشابہات کے اور پہلو بھی واضح ہوئے۔

عَلَق اور جدید طبی سائنسی تحقیق

قرآن کریم کے مطابق انسان کی تخلیق عَلَق سے ہوئی۔ارشاد خداوندی ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ O (26)

ترجمہ: بنایا آدمی کو جمے ہوئے خون سے

عربی لغت میں لفظ عَلَقَه یا عَلَق کے تین معنی ہیں۔

۱۔ خون کی پھٹکی / جما ہوا خون

عَلَق کا معنی خون کی پھٹکی یا جما ہوا خون ہو تو اس سلسلے میں جدید طبی سائنس مطابق

جنین کی بیرونی شکل خون کی پھٹکی سے مشابہ ہیں۔اس مرحلے میں جنین کے اندر خون گردش نہیں کرتا اور جنین خون کی پھٹکی جیسا دکھائی دیتا ہے۔ (27)

۲۔ معلق شے/لٹکی ہوئی شے

عَلَق کا معنی معلق شے ہو تو جدید طبی سائنس کے مطابق اس مرحلہ کے دوران جنین رحم مادر کی دیوار سے لٹک یا چمٹ جاتا ہے۔ (28)

۳۔ جونک

عَلَق کا معنی جونک ہو تو اس مرحلہ میں جنین جونک کی شکل کا ہوتا ہے اور ماں کے خون سے غذائیت حاصل کرتا ہے جس طرح جونک دوسروں کے خون سے غذا حاصل کرتی ہے۔ جدید طبی سائنس نے قرآنی لفظ عَلَق کی تینوں ہیئتوں کی وضاحت کی اور بتایا کہ ابتدائی مرحلے میں جنین جمے ہوئے خون کی طرح ہوتا ہے، رحم مادر سے معلق اور لٹکا ہوا ہوتا ہے اور اس کی شکل اور طرز عمل جونک سے مشابہت رکھتا ہے۔

جدید طبی سائنس کی وضاحت سے پہلے تفاسیر میں علق کے معنی صرف جمے ہوئے خون کے ہی کیئے گئے ہیں لیکن جدید طبی سائنس نے اس لفظ کی مزید وضاحت کی اور بہت سے چھپے ہوئے رازوں کو کھولا اور عَلَق کے معنی سے پردہ اٹھایا۔

’’جدید تحقیقات کے مطابق انسانی جنین (Fetus) میں کسی قسم کے جمے ہوئے خون کا کوئی قطرہ نہیں ہوتا۔ پرانے وقتوں میں چونکہ اس قسم کی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس لئے قدیم مفسرین نے عَلَق کا ترجمہ جما ہوا خون کردیا اسی طرح انگریز مفسرین نے اس کو Blood Clot یا Congealed Blood کردیا۔ جما ہوا خون تو جنین کی یقینی طور پر موت کا نشان ہے۔خون کا"

clot"اس وقت بنتا ہے جب خون اپنا عمل چھوڑ دے یعنی اس کا مائع حصہ (Serum) اس کے ٹھوس مادوں (Corpuscles Platelets, Fiber) سے الگ ہو جائے۔"(29)

جدید طبی سائنسی تحقیق نے قرآن کریم کی متشابہ آیت کے مفہوم کی مزید وضاحت کر دی اور قرآن کے لفظ علق کے اصل مفہوم کو جامع طور پر پیش کیا اور بتایا کہ تخلیق انسانی ابتدائی مرحلہ میں جمے ہوئے خون کی طرح دکھائی دیتی ہے اور حقیقت میں وہ جما ہوا نہیں ہوتا اور اس میں زندگی ہوتی ہے۔

طین اور مَا پر جدید سائنسی تحقیق

پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے انسانی شکل دے کر اس میں اپنی روح پھونک کر تخلیق کیا۔ انسان کی مٹی سے تخلیق کے بارے میں بہت سی آیات قرآن مجید میں آئی ہیں۔ آج کی جدید سائنس نے انسانی جسم کا تجزیہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ ایک زندہ انسانی ریشہ میں 95% کاربن، ہائیڈروجن، آکسیجن، نائٹروجن، فاسفورس اور سلفر، 26 مختلف لوازمات کے ساتھ موجود ہے۔

انسان کی مٹی سے تخلیق کے متعلق ارشادات خداوندی ہیں:

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ O (30)

ترجمہ: جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ... (31)

ترجمہ: وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے

شیطان سے استفسار ہوا کہ آدم کو سجدے سے کیوں انکار کیا تو کہنے لگا:

... خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ O (32)

ترجمہ: ۔۔۔مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے

انسانی تخلیق کے لئے طِیُن یعنی مٹی کے علاوہ تراب اوصلصال کے الفاظ بھی قرآن مجید میں مستعمل ہیں مثلاً

هُوَ الَّذِىُ خَلَقَكُمُ مِّنُ تُرَابٍ ثُمَّ مِنُ نُّطُفَةٍ ثُمَّ مِنُ عَلَقَةٍ ...(33)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون عَلَقَة سے

خَلَقَ الْاِنُسَانَ مِنُ صَلُصَالٍ كَالُفَخَّارO (34)

ترجمہ: اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی

وَلَقَدُ خَلَقُنَا الْاِنُسَانَ مِنُ صَلُصَالٍ مِّنُ حَمَاٍ مَّسُنُوُنٍ(35)

ترجمہ: اور بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے

وَاِذُ قَالَ رَبُّکَ لِلُمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىُ خَالِق" م بَشَرًا مِّنُ صَلُصَالٍ مِّنُ حَمَاٍ مَّسُنُوُن (36)

ترجمہ: اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے اسی طرح انسانی تخلیق کے لئے سلالة کا لفظ بھی ذکر ہے جس کا مطلب ہے مٹی کا عطر یا مٹی کی تمام خصوصیات رکھنے والا مادہ۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدُ خَلَقُنَا الْاِنُسَانَ مِنُ سُلٰلَةٍ مِّنُ طِيُنٍ O ثُمَّ جَعَلُنٰهُ نُطُفَةً فِىُ قَرَارٍ مَّكِيُنٍ O ثُمَّ خَلَقُنَا النُّطُفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقُنَا الُعَلَقَةَ مُضُغَةً فَخَلَقُنَا الُمُضُغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوُنَا الُعِظٰمَ لَحُمًا ق ثُمَّ اَنُشَاْنٰهُ خَلُقًا اٰخَرَ ط...(37)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے۔ پھر پھر ہم نے رکھا اس کو پانی کی بوند کر کے ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں۔ پھر بنایا اس بوند سے لہو جما ہوا۔ پھر بنائی اس لہو جمے ہوئے سے گوشت کی بوٹی۔ پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا ان ہڈیوں پر

گوشت پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں۔

مذکورہ بالا آیات میں تخلیق انسانی کی جس مادے سے تکمیل ہوئی، اس کو مختلف الفاظ میں ذکر کیا گیا یہ سب الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا اصل مادہ مٹی ہے اور یہ مٹی مختلف شکلیں بدلتی رہی۔ تخلیق انسانی کے مادے سے متعلق مذکورہ بالا آیات سے اس بات کی مکمل وضاحت نہیں ہوتی تھی کہ یہ گوشت پوست کا انسان مٹی سے کیسے بنا؟ چنانچہ ان آیات کے اصل مفہوم میں تشابہ تھا۔ مفسرین نے تو آیات کے ترجمہ میں یہی وضاحت کی کہ یہ مٹی کی مختلف شکلیں ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس سائنسی تحقیق نہ تھی اس لئے وہ اپنے دعویٰ کو دلائل سے ثابت نہ کر سکے لیکن آج جدید سائنس قرآن کی اطلاع کی تصدیق کرتی ہے کہ مٹی میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو ایک انسانی جسم میں ہوتے ہیں۔ ایک 70 کلوگرام کے انسان میں جدید سائنسی تحقیق کے مطابق موجود عناصر کی تفصیل درج ذیل ہے (38)۔

چند بڑے عناصر جن کا وزن گراموں میں شمار کیا گیا ہے، کی ترتیب یوں ہے۔

عنصر	وزن (گرام میں)	فیصد
آکسیجن	43,000	65.0
کاربن	12,000	18.5
ہائیڈروجن	6,300	9.5
نائٹروجن	2,000	3.3
کیلشیم	1,100	1.5
فاسفورس	750	1.0
پوٹاشیم	225	0.35
سلفر	150	.25
کلورین	100	0.15
سوڈیم	90	0.15

میگنیشیم	35	0.05
سلیکون	30	0.05

جب کہ معمولی مقدار میں پائے جانے والے عناصر جنہیں ملی گراموں میں شمار کیا گیا ہے اور جن کی فیصد مقدار تقریباً 0.01 فی صد بنتی ہے، یہ ہیں۔

عنصر	وزن (ملی گرام میں)	فیصد
آئرن	4,200	0.01
زنک	2,400	0.01
کاپر	90	0.01
بورن	68	0.01
کوبالٹ	20	0.01
وینا ڈیم	20	0.01
آئیوڈین	15	0.01
سولینیم	15	0.01
مینگانیز	13	0.01
مولیبڈینم	8	0.01
کورمیم	6	0.01

مذکورہ جدول کے مطابق عناصر کے تجزیہ اور مقدار/وزن سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ انسان اور دیگر جانداروں کی تخلیق کا سب سے اہم جزو پانی ہے۔ سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کے علاوہ سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

...وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ... (39)

ترجمہ:۔۔۔اور بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز جس میں جان ہے

مزید فرمایا

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ... (40)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے آدمی پھر ٹھہرایا اس کے لئے جد اور سسرال

انسانی تخلیق سے متعلق اللہ تعالیٰ کی قرآنی معلومات کی سائنسی وضاحت اور تصدیق کئی سو برس بعد مائیکروسکوپ (خوردبین) کی ایجاد سے ممکن ہوسکی۔ ہر قسم کی انسانی، حیوانی اور شجری وغیرہ زندگی کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سائنسی تحقیق ان آیات کے مفہوم کی وضاحت ہے جن آیات کے اصل مفہوم انسان سے اوجھل تھے اور یوں ان آیات کا تشابہ کم سے کم تر ہوا،

اصحاب کہف اور جدید سائنسی تحقیق

سورۃ الکہف مشرکین کے چند سوالات کے جوابات دینے کے لئے نازل کی گئی تھی جس میں مشرکین کو یہ بتایا گیا کہ اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کے دن انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا ایک واضح ثبوت ہے۔ اصحاب کہف کا واقعہ متشابہات میں سے تھا، اس کی سائنسی تفسیر پہلے ممکن نہ تھی کیونکہ سائنس اور طب نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، لیکن اب اس واقعے کی تصدیق سائنس سے بھی کی جاسکتی ہے۔

اس سے پہلے اس واقعہ کی تفصیل میں درج ذیل سوالات کے جوابات تسلی بخش طریقے سے دینا ممکن نہ تھا۔ اور ان میں کافی تشابہ اور اشتباہ تھا۔

۱۔ کیا وہ صرف سو رہے تھے؟

۲۔ انہیں زندہ رہنے کے لئے پانی اور خوراک کی ضرورت تو ہوگی؟

۳۔ کیا وہ کچھ وقفے کے بعد رفع حاجت کے لئے جاگتے تھے؟

۴۔ کیا انہیں مردہ حالت میں رکھا گیا؟ اگر وہ مردہ حالت میں تھے تو ان کی آنکھیں کیوں اور کیسے کھلی تھیں اور وہ کروٹ کیسے بدلتے تھے؟

لیکن اب ان سوالات کا جواب آسانی سے دیا جاسکتا ہے اور اشتباہ کا ہر پہلو سائنسی تحقیق کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے۔ اصحاب کہف کے واقعے میں قرآن کریم جن باتوں کی نشاندہی کرتا ہے، ان باتوں کی توجیہہ اور تصدیق سوائے غیب پر ایمان لانے کے اور کچھ بھی نہیں تھی۔ اصحاب کہف کے واقعے کا طبی سائنسی تجزیہ کرنے سے ان باتوں کی تصدیق ہوتی ہے اور آیات کا اشتباہ تفصیل میں بدل جاتا ہے مثلاً سماعت کا عمل کسی بھی طور پر رکتا نہیں اسی وجہ سے سونے والا قریب سے آنے والی آواز پر بیدار ہوسکتا ہے۔ انسانی کھوپڑی میں موجود آٹھویں رگ جو کان کے اندرونی حصے سے گزرتی ہے، کی دو خصوصیات ہیں ایک سننا اور دوسرا انسانی سر کو متوازن رکھنا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر انسان کے کان میں کوئی مسئلہ ہو تو اس کو چکر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن سماعت کے عمل کو خصوصی تھپک سے روکا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے اصحاب کہف سونے کے عمل میں بیرونی سماعت سے متاثر نہیں ہوئے کیونکہ ان کے کانوں کو بالخصوص تھپک کر سلانے کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ سماعت کا عمل نیند میں نہیں رکتا لیکن ان کی سماعت کا نیند میں ایک خاص تھپک سے روک دیا گیا تھا جیسے کانوں میں روئی وغیرہ ڈال کر کانوں کو بند کیا جاسکتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا۝ (41)

ترجمہ: پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے وہ سوئے ہوئے تھے لیکن ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور جھپک رہی تھیں لیکن وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَتَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡد "... (42)

ترجمہ: اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں

ان کی آنکھیں کھلی رکھنے اور جھپکنے میں تین مصلحتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو جھپکنے کے ذریعے محفوظ رکھا کیونکہ ان کے جاگتے ہوئے محسوس ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی آنکھیں جھپکتے رہتے، اگر وہ آنکھیں نہ جھپکتے اور آنکھیں صرف کھلی رہتیں تو ان کی آنکھیں خشک ہو جاتیں۔ طبی سائنس آج ہمیں یہ بتاتی ہے اگر آنکھوں کو کافی دیر بند رکھا جائے تو نظر ختم ہو جاتی ہے کیونکہ نظر والی رگ سکڑ جاتی ہے۔

۲۔ اور اگر آنکھیں بند ہوتیں اور نہ جھپکتیں تو خشک ہو جاتیں اور لوگ انہیں مردہ سمجھ کر دفنا دیتے یا ان کی اشیاء کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے۔ ان کے پاس موجود پرانے زمانے کے سکوں کو ہی چرا لیتے۔ آنکھیں کھلی ہونے اور جھپکنے کے باعث کسی میں اندر آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

۳۔ آنکھیں کھلی ہونے کے باعث باہر سے دیکھنے والوں پر رعب اور دہشت طاری ہو جاتی جس کی وجہ سے کسی کو اندر داخل ہونے کی جرأت نہ ہوتی اور وہ ان کے پاس نہ جا سکتے۔

ارشاد ربانی ہے:

لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ۝ (43)

ترجمہ: اگر تو جھانک کر دیکھے ان کو تو پیٹھ دے کر بھاگے ان سے اور بھر جائے تجھ میں

دہشت ان کے پیچھے حرکت نہیں کرتے تھے اگرچہ وہ زندہ تھے لیکن ان کی کروٹ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بدلتی رہتی تھی۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ... (44)

ترجمہ: اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم ان کو دائیں اور بائیں کیونکہ کروٹ نہ بدلنے کی صورت میں انہیں زخم ہو جاتے جیسے اکثر مریضوں کو جو فالج وغیرہ کے شکار ہوتے ہیں، ہو جاتے ہیں۔

ان کے باقی اعضاء کی کیفیت ایسی کر دی گئی جو آج کل انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے دوران کی جاتی ہے مثلاً گردے وغیرہ کی پیوند کاری کے لئے کسی دوسرے جسم میں منتقل کرنے سے قبل اس عضو کو محفوظ کر لیا جاتا ہے اور اس مقصد کے لئے اسے ایک خاص قسم کے درجہ حرارت میں رکھا جاتا ہے اور اسے گرمی سے بچایا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال مردہ خانے ہیں جہاں لاشوں کو فریز کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ خراب نہ ہوں اس کے علاوہ مردہ کے پاس برف رکھ کے اسے جنازے کے وقت تک محفوظ کیا جاتا ہے۔

اس مقصد کے لئے ان کے لئے ایسے غار کا انتخاب کیا گیا جس میں سورج کی روشنی داخل ہی نہیں ہوتی تھی۔ غار عموماً ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِىْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ... (45)

ترجمہ: اور اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کر جاتی ہے ان کی کھوہ سے دائیں کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو اور وہ میدان میں ہیں اس کے۔

اس طرح حرارت ان کے غار میں داخل نہیں ہو سکتی تھی اور ان کے اجسام کو مکمل طور پر اتنے لمبے عرصے تک محفوظ کرنے کے لئے ضروری ٹھنڈک موجود تھی۔ اس طرح محفوظ ہونے کی وجہ سے

انہیں خوراک، پانی اور دیگر طبعی ضروریات کی ضرورت نہیں پڑی۔

ان سب باتوں کی امکانی توجیہہ جدید طبی سائنس پیش کرتی ہے اور وہ تفصیل جو پہلے مشتبہ تھی اب واضح نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی عمر بھی نہیں بڑھی اور نہ ہی ان کے چہروں کے خدوخال تبدیل ہوئے اور نہ ہی ان کی یادداشت پر کوئی اثر پڑا۔ کیونکہ ان کا دماغ محفوظ رکھا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

... قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ... (46)

ترجمہ: ۔۔۔ایک بولا ان میں سے کتنی دیر ٹھہرے تم، بولے ہم ٹھہرے ایک دن یا ایک دن سے کم ۔۔۔ دماغ کے محفوظ ہو جانے کے باعث اتنے سالوں بعد بھی انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور انہیں اپنے ساتھ پیش آئے سارے واقعات بھی یاد تھے اسی لئے انہوں نے اپنے ساتھی کو بازار جانے کو کہا۔ ارشاد خداوندی ہے:

... فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ ... (47)

ترجمہ: ۔۔۔اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا اس شہر میں۔۔۔

اور یہی کیفیت ان کے کتے کی بھی کر دی گئی۔ ارشاد خداوندی ہے:

...وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ... (48)

ترجمہ: ۔۔۔اور کتا ان کا پسار رہا تھا اپنی چوکھٹ پر

اس سارے واقعے میں جدید طبی سائنس کی ایجاد میڈیکل وینٹی لیٹر (Medical Ventilator) ہے جس کی مدد سے بالکل اسی طرح انسان کو کافی عرصہ تک زندہ رکھا جا سکتا ہے۔

تخلیق کائنات اور جدید سائنسی تحقیق

تخلیق کائنات سے متعلق بہت سی باتوں کو قرآن کریم میں ذکر کیا گیا، یہ قرآنی معلومات پہلے صرف ایمان بالغیب تک محدود تھیں لیکن ان کی صحیح توجیہات اور تفصیل بیان کرنا ایک مشتبہ امر تھا۔ لیکن عصر حاضر کی سائنسی تحقیقات نے اس اشتباہ سے پردہ اٹھایا اور تخلیقی عمل سے متعلق مشتبہ امور کی صحیح وضاحت اور تفصیل متشابہات سے نکل کر محکمات کے دائرے میں داخل ہونا شروع ہوئی اور یوں یہ عمل سائنسی انکشافات سے قیامت تک جاری رہے گا۔ تخلیق کائنات کے بارے میں جدید فلکیات سے متعلق بیسویں صدی کے اوائل میں بہت اہم معلومات سامنے آئیں۔

1915ء میں آئن سٹائن کے عمومی نظریہ اضافیت کے بعد 1922ء میں الیگزینڈر فرائیڈ مین کا حساب کہ کائنات کی ساخت ساکن (Static) نہیں اور پھر 1929ء میں ایڈون ہبل کی تحقیقات نے سائنس دانوں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ اگر اب کائنات پھیل رہی ہے تو کبھی نہ کبھی یہ ساری کائنات یقیناً ایک جگہ جمع رہی ہوگی جو اس کی پیدائش کا نقطۂ آغاز ہوگا۔ آج اسی نظریے کو بگ بینگ (Big Bang) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (49)

پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم بگ بینگ کے متعلق لکھتے ہیں۔

''بگ بینگ نظریے کے خالق بلجیم کے ماہر فلکیات جارجز لیمے تر (G. Lemaitre) تھے۔ جنہوں نے یہ نظریہ 1927ء میں تجویز کیا تھا اب تمام سائنس دان اسی نظریے کے حق میں ہیں۔ (50)

بگ بینگ پر سائنس دانوں کا نظریہ ہے:

The Big Bang theory is the prevailing cosmological model that describes the early development of the Universe. According to the Big Bang theory, the Universe was once in an extremely hot and dense state which expanded rapidly. This rapid expansion caused the Universe to cool and resulted in its present

continuously expanding state. According to the most recent measurements and observations, the Big Bang occurred approximately 13.75 billion years ago, which is thus considered the age of the Universe. After its initial expansion from a singularity, the Universe cooled sufficiently to allow energy to be converted into various subatomic particles, including protons, neutrons, and electrons.(51)

ترجمہ: بگ بینگ تھیوری عام طور پر کائنات کی ابتدااور تاریخ کے بارے میں بحث کرتی ہے بگ بینگ تھیوری کے مطابق کائنات بہت ہی گرم اور جڑی ہوئی حالت میں تھی جو تیزی سے پھیلنا شروع ہوئی ۔ تیز رفتار پھیلاؤ کی وجہ سے کائنات ٹھنڈی ہوتی گئی جس کے نتیجے میں موجودہ پھیلتی ہوئی کائنات وجود میں آئی ۔ حالیہ پیمائشوں اور تحقیق کے مطابق یہ واقع 13.75 ارب سال قبل پیش آیا جسے کائنات کی عمر تصور کیا جاتا ہے۔ اکائی سے ابتدائی پھیلاؤ کے بعد کائنات اتنی ٹھنڈی ہوگئی کہ توانائی ایٹم کے چھوٹے ذرات، جن میں پروٹان، نیوٹران اور الیکٹران شامل ہیں، میں تبدیل ہوگئی۔

بگ بینگ اور قرآنی نکتہ نظر بگ بینگ نظریہ تو کم وبیش ایک صدی قبل منظر عام پر آیا لیکن قرآن حکیم اس کے بارے میں بہت پہلے ان الفاظ میں اس کے متعلق بتا چکا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط ... (52)

ترجمہ: کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جدا جدا کردیا۔

رَتْق اور فَتْق کے تصور کے تحت قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ مادہ اور توانائی ابتداء میں ایک ہی چیز تھے۔ مادہ سمٹی ہوئی توانائی ہے اور توانائی مادے کی آزاد شدہ شکل۔ (53)

آیت کریمہ میں قرآن کا خطاب بھی کفار سے ہے اور یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ اس نے

بہت پہلے بتا دیا کہ تخلیق کائنات کا راز جاننے کی کوشش پہلے کفار ہی کریں گے کیونکہ مسلمان تو پہلے ہی اس بات پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اس لئے وہ راز کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کریں گے۔

ربوبیت کی طاقت اور دباؤ کے عمل نے آسمانوں اور زمین کو پھاڑ کر ایک دھماکے سے جدا جدا کر دیا۔ یہ قرآنی راز 'آئن سٹائن' کے نظریہ اضافیت کے ذریعے بیسویں صدی کے اوائل میں منظر عام پر آیا۔ (54)

قرآن حکیم تخلیق کائنات کے اور سربستہ رازوں کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًاؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ (55)

ترجمہ: پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے۔ دونوں نے عرض کیا ہم بخوشی حاضر ہیں۔

قرآن کریم کے بیان کے مطابق دھماکے کے بعد پوری کائنات میں دھواں پھیلا ہوا تھا اور سخت تپش تھی جس کا تصور بھی ممکن نہیں۔ پھر ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد کائنات لمحہ بہ لمحہ ٹھنڈی ہو کر مادہ کی شکل میں نمودار ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس میں مختلف اشکال کی مخلوقات کو بنایا اور ہر مخلوق کے لئے ایک مخصوص وقت مقرر فرمایا اور اس کے لئے مخصوص قوانین قدرت مقرر کئے اور یہ کائنات ایک مخصوص وقت تک قدرت کے وضع کردہ قوانین کے تحت چلتی رہے گی۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ۝ (56)

ترجمہ: ہم نے ہر شے ایک مقرر اندازے سے بنائی ہے۔ اور ہمارا حکم تو یکبارگی ایسے (واقع) ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق کائنات کا یہ عمل ایک حکم کی تعمیل میں ہونے والا ایک دھماکا تھا جو اچانک ہوا۔

تخت بلقیس اور جدید سائنس

حضرت سلیمانؑ کے معجزات قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ جنوں اور پرندوں اور کائنات کی ہر چیز پر بھی تھی۔ بلقیس، جسے ملکہ سبا بھی کہا جاتا ہے، جب حضرت سلیمانؑ سے ملنے کے لئے یمن سے روانہ ہوئی تو حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے فرمایا:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ۝(57)

ترجمہ: بولا اے دربار والو! تم میں کوئی ہے کہ لے آئے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکمبردار ہو کر ان کے جواب میں پہلے ایک طاقتور جن نے کہا

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ ۝ (58)

ترجمہ: بولا ایک دیو جنوں میں سے، میں لائے دیتا ہوں وہ تجھ کو پہلے اس سے کہ تو اٹھے اپنی جگہ سے اور میں اس پر زور آور ہوں معتبر اور بعد میں ایک انسان نے، جو حضرت سلیمانؑ کا وزیر تھا اور آصف بن برخیا کے نام سے مشہور تھا، اپنی خدمات پیش کیں۔

قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ

طَرْفُکَ ط ... (59)

ترجمہ: بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اس کو پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ بلقیس یا ملکہ سبا کا تخت مأرب، ملک یمن میں تھا(60) اور حضرت سلیمانؑ بیت المقدس، موجودہ فلسطین میں تشریف فرما تھے۔تخت بلقیس سے متعلق درج ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔ یمن اور فلسطین کا فاصلہ 1409.20 میل جو 2267.89 کلومیٹر بنتا ہے۔(61)

اتنے دور سے تخت لے کر آنا ممکن ہے یا نہیں؟

۲۔ حضرت سلیمانؑ کے وزیر کے پاس کس کتاب کا علم تھا؟

اگر روشنی کی رفتار کو مدنظر رکھا جائے تو یہ فاصلہ ایک سیکنڈ کے ایک سو چوبیسویں حصے میں طے ہو جانا چاہیے۔انسانی آنکھ کم سے کم ایک سیکنڈ کے پندرھویں حصے یا زیادہ سے زیادہ بیسویں حصے میں جھپکتی ہے۔یہ تخمینہ شدہ وقت آنکھ کے جھپکنے سے بھی بہت ہی کم ہے۔یہی وجہ ہے کہ آصف نے آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت لانے کی پیشکش کردی۔(62)

آواز کی رفتار کا دارومدار ہوا کی کثافت پر ہوتا ہے جبکہ کثافت کا انحصار درجہ حرارت پر ہوتا ہے۔ اگر ہم اس وقت درجہ حرارت 20 ڈگری سینٹی گریڈ فرض کریں تو آواز کی رفتار 767.58 میل فی گھنٹہ یا 1235.3 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوگی۔(63)

اس رفتار سے سفر کرتے ہوئے آنے جانے کا کل وقت تقریباً ساڑھے تین سے چار گھنٹے بنتا ہے۔ غالباً یہی وقت دربار برخواست کرنے میں باقی ہوگا تبھی اس جن نے چند گھنٹے کی مہلت دربار کے برخواست کرنے کے حوالے سے مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کا حوالہ دے کر اس جن

کے سفر کرنے کی صلاحیت کا راز اس آیت میں چھپا دیا۔ (64)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کی طاقت کا مقابلہ کر کے ایک اور غور طلب پہلو کی طرف اشارہ فرمادیا یعنی آواز اور روشنی کی رفتار میں فرق اور تناسب۔ تخت بلقیس میں چند اور باتوں کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

☆ ملکہ بلقیس اپنے محل سے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے یمن سے نکل پڑی تھی اور اس کے پہنچنے سے پہلے حضرت سلیمانؑ نے تخت فلسطین منگوایا۔

☆ تخت منگوا تو لیا گیا لیکن اسے واپس بھجوانے کا تذکرہ موجود نہیں۔

☆ منگوایا گیا تخت تھوڑی بہت تبدیلی کر کے ملکہ کو دکھایا گیا۔

☆ ملکہ کے قاصدوں کے واپس جانے کے بعد ملکہ نے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضری کی تیاری کی۔اس سارے عمل میں بھی کافی دن لگے ہوں گے۔کیونکہ حضرت سلیمانؑ کا قاصد تو ایک پرندہ (ہدہد) تھا جبکہ ملکہ کے قاصدوں کو تو زمینی سفر سے ہی آنا اور جانا تھا۔

تخت بلقیس سے متعلق قرآن کی بیان کردہ معلومات پر ایمان لانا پہلے صرف ایمان بالغیب تھا اور اس واقعہ کے ہر پہلو میں اشتباہ تھا اور اس واقعہ سے متعلق قرآنی معلومات متشابہات تھیں جن کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہ تھا لیکن دور جدید کی ٹیکنالوجی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ واقعہ کئی طرح سے ممکن اور آج کل کے حالات میں انتہائی آسان معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

☆ ویڈیو کانفرنس

☆ انٹرنیٹ / ای میل

☆ 3D گرافکس

☆ Holograohic Projection

☆ Tele-Immersion

آج کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی روشنی میں یہ واقعہ ان سب طریقوں سے ممکن ہے ہوسکتا ہے کہ ملکہ کا محل Holograohic Projection کی مدد سے لایا گیا ہو۔ اس تکنیک کی مدد سے کسی بھی شے کو دنیا کی کسی بھی کونے میں بیٹھ کر اپنے سامنے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ مطلوبہ شے کو براہ راست یا پہلے سے ریکارڈ کر کے، یہاں تک کہ اس میں تبدیلی کر کے ایسے دیکھا جاسکتا ہے گویا وہ واقعتاً وہاں موجود ہو۔ اور اس کو واپس بھجوانے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ مادی طور پر وہیں تھا۔ اس میں اتنی جلدی تبدیلی بھی اسی طریقہ سے ممکن ہے۔

اس سے زیادہ جدید طریقہ جس پر کام ہو رہا ہے وہ ہے Tele-Immersion جس کی مدد سے بہت سارے لوگوں کو جسمانی طور پر لائے بغیر ایک کمرے میں بٹھایا جائے گا جہاں پر وہ کسی بھی قسم کی میٹنگ وغیرہ کر سکیں گے۔ اور جلد ہی لاس اینجلس، نیویارک، ٹوکیو اور پیرس میں کام کرنے والے ایک دوسرے کو ملیں گے اور ہاتھ ملائیں گے جبکہ جسمانی طور پر وہ اپنے اپنے گھروں میں موجود ہونگے۔ (65)

اس ٹیکنالوجی کو استعمال کرنے والے ایسا محسوس کریں گے کہ وہ واقعی ایک دوسرے کو دیکھ، مل اور باتیں کر سکتے ہیں اور وہ ایک ہی کمرے میں بیٹھے ہیں۔ (66)

اس قسم کے کامیاب سائنسی تجربوں سے واضح ہوتا ہے جب کبھی یہ علم ایک باقاعدہ سائنس کی حیثیت اختیار کر کے اپنے عروج پر پہنچے گا تو بھاری تخت کا ڈھائی ہزار کلومیٹر کا سفر پلک جھپکنے سے پہلے طے کرنا ناممکن نہیں ہوگا۔ (67)

جس وزیر نے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے لا کر پیش کر دیا اس شخص کے پاس کتاب کا

علم تھا، وہ کون سی کتاب تھی؟ قرآن تو اس کے بہت بعد نازل ہوا تھا۔

قرآن نے عندہ علم من الکتاب کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ وہ قوانین فطرت کا علم تھا جسے سائنس کہا جاتا ہے۔ آصف بن برخیا اپنے وقت کا عظیم سائنٹسٹ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس علم سے نوازا تھا۔ آصف بن برخیا کو عطا کردہ علم وہی تھا جو آج جدید سائنس کہلاتی ہے۔

فرعون کی لاش اور جدید سائنسی تحقیق

قرآن کریم کی حیرت انگیز پیشن گوئیوں میں ایک فرعون مصر منفتاح کی لاش کی حفاظت بھی ہے۔ اس فرعون کو انگریزی میں (Meneptah) اور اردو یا عربی میں منفتاح کہا جاتا ہے جو فرعون مصر رعمسیس دوم (Rameses II) کا بیٹا تھا۔ منفتاح نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا اور بحیرۂ احمر میں ڈوب گیا تھا۔ قرآن کریم نے بتایا کہ اس کی لاش کی حفاظت کی جائے گی۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (68)

ترجمہ: سو آج بچائے دیتے ہیں ہم تیرے بدن کو تا کہ ہو تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ فرعون کی لاش واقعی محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا کیا مطلب ہے۔ اس کی تفصیل متشابہ اور مبہم تھی۔ 1898ء میں پروفیسر لورٹ (Loret) پہلا شخص تھا جس نے فرعون کی باقیات کو حنوط شدہ صورت میں دریافت کیا۔ جبکہ 8/جولائی 1907ء کو ایلیٹ سمتھ (Elliot Smith) نے اس کا سائنسی معائنہ کیا اور تحقیق سے ثابت کیا کہ یہی وہ فرعون ہے جس نے حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کیا تھا کیونکہ اس ممّی میں نمکیات کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بیکٹیریا کے اثر سے بچی ہوئی تھی اور یہ نمکیات اس کے سمندر میں رہنے کے دوران اس کی لاش میں شامل ہو گئے تھے۔ (69)

یوسف الحاج احمد، مصری ممیوں پر کی گئی تحقیق، جس میں وہ بذات خود دیگر سائنس دانوں

کے ہمراہ موجود تھے، کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

"...all the Egyptian mummies had started showing signs of dissolution as a result of the impact of a strange bacteria -- with the only exception being that of Prophet Moosa's Fir'wan (Pharaoh).(70)

ترجمہ: تمام مصری میموں میں ایک عجیب بیکٹیریا کی وجہ سے خرابی کے نشان آنا شروع ہو گئے ہیں ماسوائے پیغمبر موسیٰؑ والے فرعون کے۔

اس فرعون کی لاش میں نمکیات کی زیادتی کی وجہ سے دوسری میموں پر اثر انداز ہونے والے بیکٹیریا نے اثر نہیں کیا لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی ممکن ہو سکا ہے جس نے اس کی لاش کو خرابی کے نشان سے محفوظ کرنے کے لئے سمندری نمکیات کی تعداد اس کی لاش میں بڑھا دی۔

اس جدید سائنسی تحقیق سے پہلے مفسرین حیران رہے کہ یہ 'بدن کو بچانے' کا کیا مطلب ہے۔ لیکن بیسویں صدی کے ربع اول میں جب فرعون کی لاش برآمد ہوئی اور اس پر سائنسی تحقیق سے تجربات کر کے اصل حقیقت کو واضح کیا گیا تو یہ متشابہ آیت، مفہوم واضح ہونے کے بعد محکمات میں داخل ہو گئی۔ (71)

کہکشائیں اور جدید سائنس

کائنات میں لاکھوں کی تعداد میں کہکشائیں موجود ہیں۔ کہکشاں کو انگریزی میں گیلیکسی (Galaxy) اور ملکی وے (Milky Way) کہا جاتا ہے۔ گیلیکسی سے مراد ایک ایسا نظام ہے جس میں اربوں اور کھربوں کی تعداد میں چھوٹے بڑے ستاروں کے جھرمٹ، گیسوں اور گردوغبار کے ساتھ ایک معینہ راستے پر چلتے رہتے ہیں۔ ایک چھوٹی گیلیکسی میں موجودہ فلکیاتی تحقیق کے اندازے میں کم از کم ستر لاکھ ستارے محوِ سفر ہوتے ہیں جو زیادہ بڑی

گیلیکسی میں ایک ارب اور اس سے بھی زیادہ تک ہو سکتے ہیں یعنی مختلف قسم کی کہکشاؤں میں ستاروں کی تعداد مختلف ہو سکتی ہے۔ انہیں ملکی وے اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان میں دودھیا روشنی والا راستہ بن جاتا ہے۔ (72)

کہکشاؤں کی تعداد کے بارے میں ہبل دوربین سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان کی تعداد کروڑوں میں یا اس سے زیادہ ہے۔

The Hubble Deep Field, an extremely long exposure of a relatively empty part of the sky, provided evidence that there are about 125 billion galaxies in the Universe.(73)

ترجمہ: ہبل ڈیپ فیلڈ، جو کہ بہت دور سے آسمان کے قدرے خالی حصے سے گزر کر منظر کشی کر سکتا ہے، نے یہ ثبوت فراہم

کیا ہے کہ کائنات میں تقریباً ایک سو پچیس بلین کہکشائیں ہیں۔

''تاہم وہ کہکشاں جس سے ہمارا تعلق ہے باوجود اس کہ اس قدر حیرت انگیز طور پر وسیع ہے، لیکن یہ سماوات کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔''(74)

کہکشاؤں کی اتنی بڑی تعداد کو قرآن نے شاہراؤں کے جال سے تشبیہ دیتے ہوئے ان سے متعلق بہت پہلے ارشاد خداوندی ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُکِ (75)

ترجمہ: ان بلندیوں کی قسم جن میں شاہراہوں کا جال بچھا ہوا ہے۔

حُبُک کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں مثلاً دھاریاں (خواہ وہ کپڑے میں ہوں یا بالوں میں) حُبُک ان لہروں کو بھی کہتے ہیں جو ہوا کے چلنے سے ریت یا ساکن پانی میں پیدا ہوتی ہیں اور

اس کا مفہوم راستہ بھی لیا جاتا ہے۔ حُبُک کے لفظ میں تسلسل اور درازی کا مفہوم بھی لیا جاتا ہے۔ آسمان میں موجود کہکشاں میں یہ سب خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ کہکشائیں آسمانی فضا میں اسی طرح دکھائی دیتی ہیں جس طرح ریت یا پانی کی سطح پر ہوا سے بننے والی لہریں یا کپڑے کی دھاریاں وغیرہ۔ (76)

قرآن کریم کی قدیم تفاسیر میں اس سے مراد صرف سورج اور چانداور باقی ستاروں کے ان راستوں کا مطلب راہوں والا آسمان جس پر سورج اور چانداور ستارے گردش کرتے ہیں، لیا گیا تھا۔ جب کہ جدید سائنس نے اس عظیم قرآنی انکشاف کی مزید تفصیل پیش کی جو پہلے مشتبہ تھی۔

فلکیاتی کہکشاؤں پر تحقیق 1610ء میں نامور سائنس دان اور ماہر فلکیات گیلیلو گیلیلی نے شروع کی تھی لیکن جدید نظریات 1990ء میں منظر عام پر آئے۔ جوں جوں سائنس کا علم مزید ترقی کی منازل طے کرے گا اس آیت کی تفسیر میں نئے نئے انکشافات آتے رہیں گے اور یوں قرآن کریم کی نظام شمسی اور کہکشاؤں سے متعلق آیات کے مفہوم، اشتباہ سے تفصیل کی طرف رواں دواں ہوں گے اور یہ عمل مسلسل جاری رہے گا اور سائنس، کائنات اور فلکیات سے متعلق قرآن کریم کے نظریات کو واضح کرتی رہے گی اور قرآن کی حقیقت کو دلائل سے ثابت کرتی رہے گی اور یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَق... (77)

ترجمہ: اور ہم ان پر کائنات میں اپنی نشانیوں کو واضح کریں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے۔

اونٹ اور جدید سائنسی انکشافات

نزول قرآن کے وقت عربوں کے ہاں اونٹ کا استعمال زیادہ تھا اس لئے قرآن حکیم نے اس کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا اور اس کی تخلیق پر غور کرنے کا حکم بھی دیا۔ قرآن میں اس بارے میں ارشاد ہے کہ

اَفَلاَ یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَت O (78)

ترجمہ: بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں

اونٹ دیگر تمام حیوانات کی طرح کا ایک عام سا جانور ہے پھر اس کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی؟ پتھر میں سے بھی حضرت صالح علیہ السلام کے لئے ایک اونٹنی کو ہی کیوں پیدا کیا گیا؟ اور بھی بہت سارے عجیب وغریب جانور ہیں ان کی مثال بھی دی جاسکتی تھی۔

جدید سائنس نے اس کی جسمانی ساخت کی حیرت انگیز خصوصیات سے پردہ اٹھایا اور اس میں بہت ساری ایسی خوبیاں بیان کیں جو اسے دوسرے حیوانات سے جدا کرتی ہیں مثلاً

- ☆ ہر قسم کے ناموافق حالات میں بھی زندہ رہ سکتا ہے۔
- ☆ اونٹ اپنے منہ کی ساخت کی وجہ سے اونچے درختوں سے سوکھی ہوئی ٹہنیاں بھی چبا جاتا ہے۔
- ☆ یہ پانی پیئے بغیر کئی ہفتوں تک سفر کرسکتا ہے۔
- ☆ اونٹ نہایت ہی مختصر وقت میں 25 گیلن پانی پی لیتا ہے۔
- ☆ اونٹ کے جسم کا بہت کم پانی فضلے میں ضائع ہوتا ہے۔
- ☆ اونٹ اپنے جسم میں 30% پانی کی کمی نہ صرف برداشت کرلیتا ہے بلکہ بوجھ اٹھا کر میلوں کا سفر کرلیتا ہے۔

☆ دیگر جانوروں میں پانی کی کمی کی وجہ سے خون گاڑھا ہو جاتا جس سے ان کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے لیکن اونٹ کے جسم کا پانی اس کے جسم کی تمام بافتوں میں گھل مل جاتا اور ضرورت کے تحت اپنی بافتوں سے اپنی پیاس بجھاتا ہے اور کئی ہفتے تک زندہ رہ سکتا ہے۔

☆ اونٹ اگر ایک دفعہ راہ دیکھ لے تو اسے کئی برسوں تک یاد رکھتا ہے، خواہ اسکے پاؤں کے تمام نشان مٹ گئے ہوں۔

☆ اس کے چپٹے پاؤں اسے ریت میں اپنے طویل جسم کا توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ (79)

یہ وہ چند معلومات ہیں جو جدید حیواناتی سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوئی ہیں جن کے باعث قرآن حکیم میں اونٹ کی تخلیق پر غور کرنے پر زور دیا تھا۔ قدیم تفاسیر میں اونٹ کی صرف ظاہری ساخت پر بات کی گئی مثلاً اتنا بڑے ہونے کے باوجود انسان کا تابع ہونے، سواری کے کام آنے اور گوشت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس پر غور کرنا بیان کیا گیا جب کہ جدید حیواناتی تحقیق کی مدد سے اس کی دیگر خصوصیات سامنے آگئیں اور ہوسکتا ہے کہ ابھی بھی اللہ تعالیٰ کے اونٹ کی تخلیق کے سربستہ رازوں کے لئے ناکافی ہوں اور آگے چل کے اس کی مزید خصوصیات سامنے آسکیں جس میں انسان کے لئے کوئی خصوصی سبق رکھا گیا ہو۔

حضرت عزیرؑ کا واقعہ اور جدید سائنس

حضرت عزیرؑ بیت المقدس کے پاس سے گزرے جسے بخت نصر تباہ کر چکا تھا۔ سوچنے لگے کیا اس ہلاک شدہ بستی کا احیاء ثانی ممکن ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سو سال کے لئے موت دے دی اور پھر زندہ کر کے فرمایا

... فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ...(80)

ترجمہ: اب دیکھ اپنا اور پینا سڑ نہیں گیا

حضرت عزیر علیہ السلام کے اس واقعہ میں بیان شدہ اشیاء کو پہلے صرف ایک معجزاتی کام سمجھ کر ایمان بالغیب کے طور پر مانا جاتا تھا۔قدیم مفسرین نے انہی باتوں کی اپنے اپنے علم کے مطابق وضاحت کی۔لیکن اس واقعہ میں پوشیدہ سائنسی راز مشتبہ تھے۔جن کی وضاحت آج سے پہلے ممکن نہ تھی۔لیکن آج کی جدید سائنس میں اس واقعہ کو مختلف انداز میں پیش کرنا ممکن ہوا۔مثلاً اس واقعہ میں سائنسی دلچسپی کی بات یہ ہے کہ دودھ اور انجیر خراب کیوں نہ ہوئے؟ شاید یہ انسان کے لئے ایک پیغام ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء کو زیادہ عرصہ تک محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔موجودہ زمانے میں ماہرین اشربہ اور اغذیہ کو اس مہارت اور قابلیت سے ڈبوں میں بند کرتے ہیں کہ سالہا سال خراب نہیں ہوتیں۔ (81)

آج کا انسان سو برس یہ دیکھنے کے لئے زندہ تو نہیں رہ سکتا کہ اس کی محفوظ کی ہوئی اشیاء ٹھیک ہیں یا نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ آنے والے وقتوں میں سائنس اتنی ترقی کر لے کہ خوراک کو زیادہ عرصے تک ذخیرہ کیا جا سکے۔حضرت عزیر علیہ السلام سے متعلق آیت کے مفہوم کو آبادی میں اضافے کی وجہ سے ہونے والی تشویش کے ختم کرنے یا بڑھتی ہوئی جنگوں اور فسادات کے دوران خوراک مہیا کرنے جیسے مسائل حل کرنے کے لئے بھی زیر بحث لایا جاسکتا ہے اور سائنس ان خطوط پر مزید تحقیق کر کے واقعے میں دیئے گئے اشارات کو مزید واضح کرسکتی ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

1. القرآن؛ سورۃ النحل:۱۶، آیت:۴۴
2. شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ سید محمد مہدی الحسنی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، قرآن محل، کراچی، س ن، ص ۱۰۷
3 السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۳۳ تا ۳۵
4. ایضاً، ص ۳۵
5. القرآن؛ سورۃ البقرۃ:۲، آیت:۲۶
6. محمد عاشق الٰہی، مفتی، انوار البیان، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س ن، ص ۳۹۶
7. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۳۳
8. احمد یار خان، مفتی، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن، ص ۲۵۳
9. عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۴۷
10. ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء، ترجمہ محمد جونا گڑھی، مولانا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۴۵۶
11. احمد یار خان، مفتی، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن، ص ۲۵۳
12. برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دو قرآن، اسد پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۲۸۲
13. ذاکر نائیک، ڈاکٹر، ترجمہ: زاہد کلیم، حقیقت قرآن، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۰۷، ص ۱۱
14. القرآن؛ سورۃ البقرہ:۲، آیت:۲۴۲
15. القرآن؛ سورۃ النساء:۴، آیت:۸۲
16. ایضاً، آیت:۹۸
17. القرآن؛ سورۃ الرعد:۱۳، آیت:۳
18. محمد ثناء اللہ عثمانی، قاضی، تفسیر مظہری، دارالشاعت کراچی، ۱۹۹۹، ص ۱۲۶

19. عبدالکریم الاثری، تفسیر عروۃ الوثقٰی، مکتبہ الاثریہ، گجرات، ۱۹۹۵، ج ۲، ص ۶۰

20. القرآن؛ سورۃ یٰسین: ۳۶، آیت: ۳۸

21. ایضاً، آیت: ۳۹

22. ایضاً، آیت: ۴۰

23. المشرقی، محمد عنایت اللہ خان، تذکرہ، الحاج محمد سرفراز خان، متولی ومنتظم علامہ ٹرسٹ، ج ۱، س ن، ص ۴۹

24. سید احمد خان، سر، تفسیر القرآن، رفاہ عام سٹیم پریس، کشمیری بازار، لاہور، س ن، ج ۲، ص ۳، ۴

25. القرآن؛ سورۃ التین: ۹۵، آیت: ۴

26. القرآن؛ سورۃ العلق: ۹۶، آیت: ۲

27. آئی اے ابراہیم، محسن فارانی، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، دارالسلام، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۴۵

28. ایضاً

29. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن کے جدید سائنسی انکشافات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۲۵۵

30. القرآن؛ سورۃ صٓ: ۳۸، آیت: ۷۱

31. القرآن؛ سورۃ الانعام: ۶، آیت: ۲

32. القرآن؛ سورۃ الاعراف: ۷، آیت: ۱۲

33. القرآن؛ سورۃ المومن: ۴۰، آیت: ۶۷

34. القرآن؛ سورۃ الرحمٰن: ۵۵، آیت: ۱۴

35. القرآن؛ سورۃ الحجر: ۱۵، آیت: ۲۶

36. ایضاً، آیت: ۲۸

37. القرآن؛ سورۃ المومنون: ۲۳، آیت: ۱۲

38. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran, www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm

39. القرآن؛ سورۃ الانبیاء: ۲۱، آیت: ۳۰

40. القرآن؛ سورۃ الفرقان: ۲۵، آیت: ۵۴

41. القرآن؛ سورۃ الکہف: ۱۸، آیت: ۱۱

42. ایضاً، آیت: ۱۸

43. ایضاً

44. ایضاً

45. ایضاً، آیت: ۱۷

46. ایضاً، آیت: ۱۹

47. ایضاً 48. ایضاً، آیت: ۱۸
49. مخدوم زادہ، ابومحمد، قرآن اور تخلیق کائنات، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۳۸
50. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، کائنات اور اس کا انجام، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۷، ص ۱۸۷
51. http://en.wikipedia.org/wiki/Big_Bang
52. القرآن؛ سورۃ الانبیاء: ۲۱، آیت: ۳۰
53. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، تخلیق کائنات، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۱۳
54. ایضاً 55. القرآن؛ سورۃ حم السجدہ: ۴۱، آیت: ۱۱
56. القرآن؛ سورۃ القمر: ۵۴، آیت: ۴۹، ۵۰
57. القرآن؛ سورۃ النمل: ۲۷، آیت: ۳۸
58. ایضاً، آیت: ۳۹ 59. ایضاً، آیت: ۴۰
60. شوقی ابوخلیل، ڈاکٹر، ترجمہ: محمد امین، حافظ، اطلس القرآن، دارالسلام، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۲۴ھ، ص ۱۷۱
61. http://www.distancefromto.net/distance-from/Yemen/to/palestine
62. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۱۹۵، ۱۹۶
63. www.srh.noaa.gov
64. حشمت جاہ، ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۸۶
65. http://electronics.howstuffworks.com/gadgets/high-tech-gadgets/holographic-environment.htm
66. http://www.webopedia.com/TERM/T/tele-immersion.html
67. حشمت جاہ، ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۸۷
68. القرآن؛ سورۃ یونس: ۱۰، آیت: ۹۲
69. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن کے جدید سائنسی انکشافات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۲۵۸
70. Yusuf Al-Hajj Ahmad, Translation: Nasiruddin al-Khattab, The Unchallengeable Miracles of The Qur'an, Darussalam, Lahore, 2010, p.99

71. برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دوقرآن، اسد پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۲۷۹
72. http://en.wikipedia.org/wiki/Galaxy
73. ایضاً
74. موریس بوکایئے، ترجمہ: ثناء الحق صدیقی، بائبل، قرآن اور سائنس، المیزان ناشران کتب، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۷۲
75. القرآن؛ سورۃ الذاریات: ۵۱، آیت: ۷
76. مخدوم زادہ، ابو محمد، قرآن کریم کے سائنسی انکشافات، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن، ص ۸۳
77. القرآن؛ سورۃ حم السجدہ: ۴۱، آیت: ۵۳
78. القرآن؛ سورۃ الغاشیہ: ۸۸، آیت: ۱۷
79. برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دوقرآن، اسد پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۱۳۲
80. القرآن؛ سورۃ البقرۃ: ۲، آیت: ۲۵۹
81. حوالہ سابق، ص ۳۲

فہرست مصادر و مراجع

تفاسیر (اردو)

1۔ انوار البیان، محمد عاشق الٰہی، مفتی، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س ن
2۔ تفسیر القرآن الھدیٰ والفرقان، سر سید احمد خان، ڈاکٹر، رفاہ عام سٹیم پریس، لاہور، ۱۳۱۵ھ،
3۔ تفسیر ابن کثیر، حافظ عماد الدین، ابوالفداء، ترجمہ: محمد جونا گڑھی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۳
4۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ، عبدالکریم اثری، مکتبہ الاثریہ، گجرات، ۱۹۹۵
5۔ تفسیر مظہری، محمد ثناء اللہ عثمانی، قاضی، دار الشاعت کراچی، ۱۹۹۹
6۔ تفسیر نعیمی، احمد یار خان، مفتی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن
7۔ تیسیر القرآن، عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، مکتبہ السلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ

کتب فقہ

1۔ الاتقان، السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س ن
2۔ الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ محمد مہدی الحسنی، سید، قرآن محل، کراچی، س ن

دیگر کتب

1۔ اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعتراافاف، آئی اے ابراہیم، محسن فارانی، دارالسلام، لاہور، ۲۰۰۶

2۔ اطلس القرآن، شوقی ابوالخلیل، دکتور، ترجمہ: محمد امین، حافظ، دارالسلام، لاہور ۲۰۰۳

3۔ بائبل قرآن اور سائنس، موریس بوکائیے، ترجمہ: ثناء الحق صدیقی، المیزان، لاہور، ۲۰۱۰

4۔ تخلیق کائنات، محمد طاہرالقادری، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰

5۔ تذکرہ، المشرقی، عنایت اللہ خان، الحاج محمد سرفراز خان، متولی ومنتظم علامہ ٹرسٹ، ج ا، س ن

6۔ حقیقت قرآن، ذاکر نائیک، ڈاکٹر، ترجمہ: زاہد کلیم، رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشن، راولپنڈی، ۲۰۰۷

7۔ دوقرآن، برق، غلام جیلانی، اسد پبلی کیشنز، لاہور، س ن

8۔ قرآن اور تخلیق کائنات، مخدوم زادہ، ابومحمد، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن

9۔ قرآن اور جدید سائنس، حشمت جاہ، ڈاکٹر، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹

10۔ قرآن اور جدید سائنس، فضل کریم، ڈاکٹر، فیروزسنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸

11۔ قرآن کے جدید سائنسی انکشافات،، فضل کریم، ڈاکٹر، فیروزسنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۹

12۔ قرآن کے سائنسی انکشافات، مخدوم زادہ، ابومحمد، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن

13۔ کائنات اوراس کا انجام،، فضل کریم، ڈاکٹر، فیروزسنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۷

انگریزی کتب

1. The Unchallengeable Miracles of The Qur'an,Yusuf Al-Hajj Ahmad, Translation: Nasiruddin al-Khattab, Darussalam, Lahore, 2010

انٹرنیٹ

1. www.islamicmedicine.org
2. http://en.wikipedia.org
3. www.distancefromto.net
4. www.srh.noaa.gov
5. http://electronics.howstuffworks.com
6. http://www.webopedia.com